Digitized By Khilafat Library Rabwah

روزنامہ **الفضل** ربوہ

فون: ۴۴۹

(ایڈیٹر): نسیم سیفی

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۷۴/۳۹ | بدھ ۸ رجب ۱۴۰۹ھ ۱۵ تبلیغ ۱۳۶۸ ہش ۱۵ فروری ۱۹۸۹ء | نمبر ۴۰

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

" وہ آدمی جو کسی تریاقی صحبت میں رہے اور اس طرح رہے جو رہنے کا حق ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو ایسے زہروں سے بچا لیتا ہے۔"

" دیکھو آنکھ میں بھی ایک روشنی اور نُور ہے۔ لیکن وہ سورج کی روشنی کے بغیر دیکھ نہیں سکتی آنکھ خدا نے دی ہے اور ساتھ ہی دوسری روشنی بھی پیدا کر دی ہے۔ کیونکہ یہ نور دوسرے نور کا محتاج ہے۔ اسی طرح اپنی عقل جب تک آسمانی نور اور بصیرت اس کے ساتھ نہ ہو کچھ کام نہیں دے سکتی نادان ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم مجرّد عقل سے بھی کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ خدا نے جو طریقہ مقرر کیا ہے اس کو حقارت کی نگاہ سے مت دیکھو۔ بہت سے اسرار اور امور ہیں جو مجھ پر کھولے گئے ہیں۔ اگر میں ان کو بیان کروں تو خاص آدمیوں کے سوا جو صحبت میں رہتے ہیں باقی حیران رہ جائیں۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۶۱)

" دنیا میں دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک جسمانی تعلقات جیسے ماں باپ بھائی بہن وغیرہ کے تعلقات۔ دوسرے روحانی اور دینی تعلقات۔ یہ دوسری قسم کے تعلّقات اگر کامل ہو جائیں تو سب قسم کے تعلقات سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ اور یہ اپنے کمال کو تب پہنچتے ہیں جب ایک عرصہ تک صحبت میں رہے دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو جماعت صحابہؓ کی تھی اسکے یہ تعلقات ہی کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ جو انہوں نے نہ وطن کی پرواہ کی اور نہ اپنے مال و املاک کی اور نہ عزیز و اقارب کی۔ یہاں تک کہ اگر ضرورت پڑی تو انہوں نے بھیڑ بکری کی طرح اپنے سر خدا کی راہ میں رکھ دیئے۔ وہ شدائد و مصائب جو ان کو پہنچ رہے تھے۔ ان کے برداشت کرنے کی قوّت اور طاقت ان کو کیونکر ملی۔ اس میں یہی سرّ تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلقات بہت گہرے ہو گئے تھے انہوں نے اس حقیقت کو سمجھ لیا تھا جو آپ لے کر آئے تھے۔ اور پھر دنیا اور اس کی ہر ایک چیز ان کی نگاہ میں خدا تعالیٰ کے لقاء کے مقابلہ میں کچھ ہستی رکھتی ہی نہیں تھی۔

یاد رکھو۔ جب سچائی پورے طور پر اپنا اثر پیدا کر لیتی ہے تو وہ ایک نور ہو جاتی ہے جو ہر ایک تاریکی میں اس کے اختیار کرنے والے کے لیے رہنما ہوتا ہے۔ اور ہر مشکل میں بچاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۶۴)

" یہ دعا ایک ایسی شے ہے جو عبودیّت اور ربوبیّت میں ایک رشتہ پیدا کرتی ہے۔ اس راہ میں قدم رکھنا بھی مشکل ہے۔ لیکن جو قدم رکھتا ہے۔ پھر دعا ایک ایسا ذریعہ ہے کہ ان مشکلات کو آسان اور سہل کر دیتا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۷۴)

محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کیلئے
خصوصی دُعاؤں کی تحریک

ربوہ — محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ و امیر مقامی ربوہ کی آنکھ کا اپریشن ۱۳ - فروری ۱۹۸۹ء کو راولپنڈی میں کامیابی سے انجام پایا۔ یہ آپریشن محترم بریگیڈیئر نسیم صاحب نے کیا۔ خدا کے فضل و کرم سے آپریشن کامیاب رہا ہے۔ احباب کرام سے درخواست ہے کہ محترم صاحبزادہ صاحب موصوف کی جلد از جلد کامل اور مکمل صحت یابی کے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ صاحب کے قیمتی وجود کو صحت و عافیت کے ساتھ تادیر ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ اور ہر لحظہ اپنے فضلوں سے نوازتا رہے۔

مکرم چوہدری محمد عبد الغنی صاحب ایڈووکیٹ جھنگ چند دنوں سے بعارضہ شوگر و نمونیہ بیمار ہیں۔ بخار تو اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے اتر چکا ہے مگر کمزوری بہت ہے۔ احباب سے ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

محمد شفیع اشرف۔ حدیقۃ المبشرین ربوہ

مکرم مشتاق احمد صاحب باجوہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر (ریٹائرڈ) لوکل گورنمنٹ جو بعارضہ قلب بیمار تھے اب بفضلہ تعالےٰ صحت یاب ہو کر گھر تشریف لے آئے ہیں۔ تاہم ابھی علاج جاری ہے۔ احباب کرام سے درخواست ہے ہر لحاظ سے کامل شفایابی کے لئے دعا کریں۔

• خاکسار کا چھوٹا بیٹا اکبر طاہر بعمر ۱۸ سال عرصہ دو سال سے بیمار چلا آرہا ہے درمیان میں علاج سے کچھ افاقہ ہو گیا تھا لیکن اب دوبارہ بیماری نے حملہ کیا ہے جس کی وجہ سے اسے آغا خان یونیورسٹی ہسپتال میں داخل کروایا گیا ہے۔ طبیعت زیادہ خراب ہے خون دیا جا رہا ہے احباب کرام اور بزرگان سلسلہ دعا کریں کہ شافی مطلق عزیز کو صحت والی لمبی زندگی عطا کرے اور اسے ہر قسم کے عوارضات سے محفوظ رکھتے ہوئے شفائے کامل و عاجل عطا کرے۔

محمد اشرف ناصر
مربی سلسلہ احمدیہ مقیم احمدیہ ہال کراچی

ہماری اعلیٰ لذّات
ہمارے خدا میں ہیں

Digitized By Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر مسعود احمد، پرنٹر: قاضی منیر احمد مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دار النصر غربی ربوہ۔ قیمت: ایک روپیہ ۵۰ پیسے

۵ ؍تبلیغ ۱۳۶۸ھ ۱۵؍فروری ۱۹۸۹ء

اپنا کام خود کریں

ہم نے اپنا کام کسی اور سے کہہ دیا۔ نتیجہ کیا نکلا۔ جو ہمیں کرنا چاہیئے تھا وہ ہم نے نہ کیا اور دوسرے نے اپنے وقت کو جس مصرف میں لانا تھا اس میں نہ لا سکا اگر ہم سب حتی الامکان اپنا اپنا کام خود کریں تو نہ کسی کا وقت ضائع ہو اور نہ کسی کی استعداد۔ اور صرف ایسا ہی کرنے سے وقت اور استعداد کا صحیح مصرف ہو سکتا ہے۔ ایک تو کہتے ہیں نا کہ آج کا کام کل پر نہ ڈالو ہمارے خیال میں یہ بات بھی کہنے کی ہے۔ اور دہراتے چلے جانے کی ہے۔ کہ اپنا کام خود کرو۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ کوئی بھی کام کسی اور سے نہ لیا جائے۔ اشد ضرورت کے وقت ایسا کیا بھی جا سکتا ہے مقصد صرف یہ کہنے کا ہے کہ جتنی ہم یہ عادت ڈالیں گے کہ اپنا کام خود کریں اتنی ہی ہماری استعداد بڑھے گی۔ اور ہماری تسلی بھی ہوگی اپنے ہاتھ سے کام کرنے سے جو تسلی ہوتی ہے وہ دوسرے سے کام کروانے سے کب ہوتی ہے۔

اس میں شائد یہ راز بھی مضمر ہے کہ سوال کی عادت ہی نہ ڈالی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابیؓ کے متعلق یہ واقعہ آتا ہے نا کہ گھوڑے پر سوار تھے چھانٹا گر پڑا دوسرا شخص اٹھا کر دینے لگا تو انہوں نے فرمایا نہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنا کام خود کرو اور دوسرے سے سوال کی کیفیت نہ پیدا ہونے دو۔ اس قسم کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے ہماری زندگی کے راستے متعین ہوتے ہیں۔ بظاہر بات معمولی ہوتی ہے۔ لیکن وہ ہمارے دل پر بھی اثر کرتی ہے اور دماغ پر بھی اور ہمیں بڑی باتوں کے کرنے کے طریق کی طرف موڑتی ہے۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں کہ "ہمیں اتفاق نہیں ہوا کہ انگریزی لکھ پڑھ سکتے اگر ایسا ہوتا تو ہم کبھی بھی اپنے دوستوں کو تکلیف نہ دیتے مگر اس میں مصلحت یہ تھی کہ تا دوستوں کو ثواب کے لئے بلائیں ورنہ میری طبیعت تو ایسی واقع ہوئی ہے کہ جو کام میں خود کر سکتا ہوں اس کے لئے کسی دوسرے کو کبھی کہتا ہی نہیں۔

یہی اصول ہے جو ہمیں اپنانا چاہیئے۔ اور اس میں یہی دونوں باتیں آجاتی ہیں۔ اشد ضرورت کے وقت اور حالات کے پیشِ نظر دوسروں سے کام بھی لیا جائے۔ اور عام حالات میں جو کام ہم خود کر سکتے ہیں وہ ہم خود ہی کریں۔ آپ اس عادت کو اپنا کے دیکھیں۔ لطف بھی آئے گا اور زندگی مفید سے مفید تر بھی ہو جائے گی۔

اللہ کی چٹکی میں جو آجائے وہ محفوظ
جو اپنی حقیقت کو سمجھ جائے وہ محفوظ
طاقت ہمیں اور دل کی ڈرانے میں ہے ناکام
وہ قادرِ مطلق جسے اپنائے وہ محفوظ

ابو الاقبال

وہ لے گئے قرار مرے دل کا دیکھئے
تھا جن پہ انحصار مرے دل کا دیکھئے
ہیجان وانتشار مرے دل کا دیکھئے
اٹھتا ہوا غبار مرے دل کا دیکھئے
یہ کربِ ناگوار مرے دل کا دیکھئے
یہ سوزِ انتظار مرے دل کا دیکھئے
ہے جوشِ اضطراب سے کس درجہ موجزن
اِک بحرِ بے کنار مرے دل کا دیکھئے
پھر حشر کا بھی آپ کو آجائے گا یقیں
منظر تو ایک بار مرے دل کا دیکھئے

جب جی رہا تھا آپ نہ تشریف لا سکے
اب آیئے مزار مرے دل کا دیکھئے

یہ شیوہ وشعار مرے دل کا دیکھئے
جھکنا یہ بار بار مرے دل کا دیکھئے
ساغر اُچھال دو ذرا اپنی نگاہ کا
اور پھر ذرا خمار مرے دل کا دیکھئے
پھر دیکھئے گا نشۂ تکمیلِ آرزو
پھر رقصِ پُر بہار مرے دل کا دیکھئے
سُنتا ہوں عاجزی ہے بہت آپکو پسند
یہ عجز وانکسار مرے دل کا دیکھئے
کہتے ہیں پیار کھینچتا ہے پیار کو مدام
کچھ بھی نہیں، تو پیار مرے دل کا دیکھئے

آجایئے کبھی تو اسے بھی نوازیئے
کرکے تو اعتبار مرے دل کا دیکھئے

محمد شفیع اشرف

Digitized By Khilafat Library Rabwah

دین کی خدمت سب سے بڑا اعزاز ہے

"اس کے میں کوئی شبہ نہیں کہ اب وقف کے سلسلہ میں ہماری جماعت کا قدم بھی دن بدن آگے بڑھ رہا ہے لیکن میں نے اکثر دیکھا ہے کہ زندگیاں وقف کرنے والوں کے بارہ میں ان کے رشتہ داروں کی طرف سے یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ یہ لوگ کھائیں گے کہاں سے اور یہ ایک ایسا سوال ہے جو عیسائیوں جیسی مشرک قوم کے پادریوں نے انیس سو سال کا لمبا عرصہ گذارنے کے باوجود بھی نہیں کیا تھا اور ان کو کبھی یہ خیال تک نہ آیا تھا کہ وہ کہاں سے کھائیں گے مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری جماعت کے لوگوں نے ایک صدی بھی نہ گزرنے دی اور یہ سوال پیش کر دیا۔

ذرا خیال تو کرو کہ جب جڑ ہی اس قسم کی ہو گی تو آگے درخت کی کیا حالت ہو گی اگر روٹی کی کوئی حقیقت ہے تو خدمت دین کی بھی کوئی حقیقت ہونی چاہیئے کیا روٹی اور سالن دین کی خدمت سے زیادہ قیمتی ہیں؟ ایک شخص جو صدق دل سے دین کی خدمت پر کمربستہ ہوتا ہے اس کے دل کے اندر یہ خیال ہی پیدا نہیں ہو سکتا کہ وہ کھائے گا کہاں سے کیونکہ اس کا اللہ تعالیٰ پر توکل ہو گا اس قسم کا خیال تو وہی شخص کر سکتا ہے جو دین کی خدمت کی حقیقت سے محض ناآشنا ہو ورنہ جو شخص دین کی کچھ بھی حقیقت سمجھتا ہے وہ اس قسم کا سوال کرتا ہوا شرمائے گا۔ اور ایسا سوال دل کے اندر پیدا ہونے پر وہ ندامت محسوس کرتے ہوئے اور اس چیز کو اپنی غلطی سمجھتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر کر کہے گا کہ اے میرے خدا یہ میری غلطی اور نادانی تھی کہ میرے دل میں اس قسم کا سوال پیدا ہوا میں تجھ پر سچا توکل کرتا ہوں اور تیرے دین کی خدمت کے لئے بغیر کسی مطالبہ کے حاضر ہوں۔ غرض جب تک ہماری جماعت کے لوگوں کے دلوں میں یا خود زندگی وقف کرنیوالوں کے دلوں میں اس قسم کے سوالات اٹھتے رہیں گے ترقیوں اور کامیابیوں کا منہ دیکھنا ناممکن ہو گا یہ احساس جبتک مٹ نہ جائے گا اور جماعت کا ہر بچہ اور ہر بوڑھا۔ ہر مرد اور ہر عورت ہر چھوٹا اور ہر بڑا اپنے دل کو اس یقین سے لبریز نہ کرے گا کہ جو کچھ ہے وہ دین ہی ہے اس وقت تک ہم ترقی کے میدان میں آگے بڑھنے کے قابل نہیں ہو سکتے۔ پس ہماری جماعت کے ہر فرد کو یہ اچھی طرح جان لینا چاہیئے کہ خدمت دین ہی سب سے بڑی سب سے اعلیٰ اور سب سے ارفع خوبی ہے جب تک طبائع میں یہ احساس پیدا نہ ہو گا دین کا ادب اور احترام قائم نہیں ہو سکتا اور جو قوم اپنے دین کا ادب اور احترام نہیں کرتی وہ زیادہ دیر زندہ بھی نہیں رہ سکتی عیسائیوں کے اپنے دین کی خدمت کا ادب اور احترام کرنے کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ ان کے بڑے بڑے خاندانوں کے لوگ پادریوں میں نام دیتے ہیں اور اکثر ان میں لارڈوں کے بیٹے ہوتے ہیں۔ وہاں تو یہ حال ہے کہ کوئی لیبر ہو کنزرویٹو یا لبرل ہو وہ لوگ اپنی بڑائی اسی میں یقین کرتے ہیں کہ دین کی خدمت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں لیکن ہمارے ہاں یہ حال ہے کہ زندگیاں تو بے شک وقف ہوتی ہیں لیکن ساتھ ہی روٹی اور سالن کا سوال بھی پیدا ہو جاتا ہے اگر جماعت نے اپنے اس رویہ میں تبدیلی نہ کی تو ہم ایسے راستہ پر قدم مار رہے ہوں گے جن پر چل کر کوئی کامیابی حاصل نہیں کی جا سکتی جب تک یہ نہ سمجھ لیا جائے گا کہ ہم یا ہمارے رشتہ دار اگر دین کی خدمت کرتے ہیں تو یہی ہمارے لئے سب سے اعلیٰ بڑائی اور فخر کا مقام ہے۔

اس وقت تک ہم ان ترقیات کو نہیں پا سکتے جو ہمارے مدنظر ہیں ہم میں سے بڑے سے بڑا عالم بڑے سے بڑا ڈاکٹر بڑے سے بڑا وکیل بڑے سے بڑا تاجر اور بڑے سے بڑا صناع جب تک اپنے اندر یہ حالت نہیں پاتا کہ جب وہ سُنے کہ فلاں نے اپنی زندگی دین کے لئے وقف کی ہے تو وہ خوشی کے ساتھ اچھل پڑے اور اسے اپنے سے زیادہ معزز سمجھے اس وقت تک ہم ایک ایسا خواب دیکھ رہے ہوں گے جو کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ اور ہمارا یہ کہنا کہ ہماری جماعت تمام دنیا کو ...... فتح کرے گی صرف منہ کی بات ہو گی۔

پس میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ یہ معمولی مسئلہ نہیں کہ اس کی پرواہ ہی نہ کرو بلکہ تمہیں چاہیئے کہ اسے بیج کی طرح اپنے دلوں میں گاڑ لو یہاں تک کہ جماعت کے ہر فرد کو یہ پختہ یقین ہو جائے بلکہ قیامت تک یہ یقین رہے کہ دین کی خدمت کرنے والا ہی سب سے بڑا معزز ہے"۔

(سیدنا حضرت فضل عمر کے خطبہ نکاح سے ایک اقتباس)

حضرت مولانا نیرؓ صاحب

جماعت احمدیہ میں کون ہے۔ جو حضرت مولانا عبدالرحیم نیر صاحب کو نہیں جانتا۔ ان کا نام لب پر آتے ہی ایک فرشتوں کا سا نورانی اور متبسم چہرہ آنکھوں کے آگے پھرنے لگتا ہے۔ اور پھر ان کا وہ شیریں لب و لہجہ .... کیا کوئی شخص ایک دفعہ دیکھ کر پھر بھول سکتا ہے؟

آپ حضرت اقدس کے قدیم رفقاء میں سے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ان چوٹی کے مجاہدوں میں سے تھے۔ جنہوں نے اپنی ساری زندگی احمدیت کے لئے وقف کر کے دین کو دنیا پر مقدم کر کے رکھا رہا۔

۱۹۲۱ء میں حضرت فضل عمر نے آپ کو نائیجیریا (افریقہ) کے لئے روانہ فرمایا۔

اس سے قبل آپ انگلستان میں دو سال کام کر چکے تھے۔ اور اچھا تجربہ رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ رستہ میں سیرالیون اور گولڈ کوسٹ میں قیام کرتے ہوئے نائیجیریا پہنچے۔ اس ملک کے دارالسلطنت لیگوس میں جماعت کا مرکز قائم کیا۔ خدا نے آپ کے کام میں ایسی برکت دی۔ کہ ایک قلیل عرصہ میں نائیجیریا اور گولڈ کوسٹ میں ہزارہا لوگ، احمدیت میں داخل ہو گئے۔ اور خدا کے فضل سے یہ مرکز اب تک، بڑی کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔ آپ بہت عرصہ تک کام کرتے، فرائض سرانجام دینے کے بعد واپس تشریف لائے۔ پھر کافی عرصہ حضور کی خدمت میں بطور پرائیویٹ سیکرٹری بھی رہے۔

آپ کو وہاں کے احمدیوں سے بہت محبت تھی۔ آپ اکثر انہیں بڑے پیار سے یاد کیا کرتے تھے۔

حضرت اقدس کے ساتھ بے اندازہ محبت اور عقیدت تھی۔ کوئی گفتگو خواہ کیسی ہی ہو۔ آپ اس میں حضور کا ذکر ضرور کرتے۔ کہ حضور اقدس نے اس موقعہ پر یوں فرمایا تھا۔ پھر جس پیار اور ادب سے حضور پرنور کا نام لیتے۔ وہ آپ کی محبت اور اخلاص کا آئینہ دار ہوتا تھا۔ بیماری کی حالت میں فرمانے لگے۔ جب میں افریقہ میں تھا۔ تو میرا دل حضور کی یاد اور جدائی سے بہت بے تاب تھا۔ تو میں نے تین روز خدا تعالیٰ سے رو رو آدھی آدھی رات تک دعا کی تیسری رات میں نے رویاء میں دیکھا۔ کہ حضور اقدس تشریف لائے ہیں۔ اور بڑے پیار سے مجھے گلے لگا کر ملے ہیں صبح جب میں بیدار ہوا۔ تو دل بالکل مطمئن تھا۔ تمام اضطراب اور بے چینی رفع ہو چکی تھی۔ پھر آپ نے چند اشعار سنائے۔ جو آپ نے اس رویاء کو دیکھ کر بطور یادگار کہے تھے۔ افسوس کہ اس وقت مجھے یاد نہیں رہے۔ جب آپ یہ رویاء بیان کر رہے تھے۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ آپ کی آنکھوں میں ایک غیر معمولی چمک تھی۔

آپ ہر ایک سے خواہ وہ کوئی ہی ہو۔ نہایت خندہ پیشانی سے ملا کرتے تھے۔ تکبر، غصہ، کینہ کا تو مادہ ہی نہ تھا۔ عاجزی۔ انکساری اور رحم دلی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ کسی کو دکھ دینا تو گویا جانتے ہی نہ تھے۔ دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے تھے۔ ذرا کسی کو غمزدہ دیکھا تو اسے اتنی تسلی دی۔ کہ وہ مطمئن ہو کر اٹھا۔

وفات سے چند ماہ قبل گوجرانوالہ میں ہم آپ سے ملنے کے لئے گئے۔ صبح کا وقت تھا۔ اس وقت باغ میں ٹہل رہے تھے ہمیں دیکھ کر بڑی شفقت اور محبت سے سروں پر باری باری ہاتھ پھیرا۔ ساتھ ساتھ فرماتے جاتے تھے میرے بھائی کی نشانی ——— اور آنسو اس وقت آپ کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ پھر ابا جان (حضرت حافظ غلام محمد صاحب) کی باتیں بہت دیر تک ہم سے کرتے رہے۔

باقی ص۷ پر

Digitized By Khilafat Library Rabwah

مکرم مولانا محمد منور صاحب

انٹرویو :- یوسف سہیل شوق

مکرم مولانا محمد منور صاحب جماعت احمدیہ کے قدیمی خادمانِ دین میں سے ایک ممتاز فرد ہیں۔ عمر بھر مشرقی افریقہ میں خدمت کی۔ سواحیلی میں مہارت حاصل کی۔ ترجمۂ قرآن سواحیلی میں اہم حصہ لیا۔ نہایت خاموشی اور وفا کے ساتھ خدمات انجام دیں۔

مولانا موصوف ۱۳ جنوری ۱۹۲۲ء کو قتال پور تحصیل کبیروالا ضلع خانیوال میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محترم کا اسم گرامی غلام احمد صاحب تھا دادا محترم غلام حسن صاحب تھے جنہوں نے ۱۹۰۴ء میں بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت اختیار کی اور رفقائے حضرت بانی سلسلہ میں شمولیت کا اعزاز پایا۔ اپنے گاؤں میں ہی پرائمری (جسے ان دنوں لوئر مڈل بھی کہا جاتا تھا) پاس کی۔ مولانا نے گفتگو کرتے ہوئے کہا ہمارے گاؤں میں شیعہ سنی احمدی ہندوؤں کی مخلوط آبادی تھی۔ طلباء اور اساتذہ بھی انہی فرقوں میں سے تھے۔

مولانا سے میں نے سوال کیا کہ یہ بتائیں کہ کل کے استاد اور آج کے استاد میں کیا فرق ہے۔ مولانا نے کہا کہ اس وقت کے اساتذہ کے بارے میں تاثر یہ ہے کہ وہ بڑے شوق سے پڑھایا کرتے تھے۔ طلباء پر ذاتی نگرانی رکھتے اور ذاتی دلچسپی لے کر تعلیمی مسائل سمجھاتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ مجھے یاد ہے کہ میری اردو ذرا بہتر تھی تو اساتذہ میری اردو کا مقابلہ بڑی کلاس کے طلباء سے کراتے تھے۔ فارسی پڑھانے کا انداز یہ تھا کہ دو فریق بنا لیئے جاتے تھے جو فارسی میں مکالمات ادا کرتے تھے۔

اپنے بچپن کے اساتذہ کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ ایک احمدی بزرگ مولوی عبدالحی صاحب بھی میرے اساتذہ میں شامل تھے وہ مجھ پر خصوصی توجہ دیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ میرے چچا اور ماموں کے دوست بھی ٹیچر تھے وہ بھی اس خیال سے کہ اپنا بچہ ہے خصوصی توجہ دیا کرتے تھے۔ اس وقت اساتذہ کے ادب کا خاص ماحول تھا۔ ہم اپنے سارے اساتذہ سے جب بھی ملتے تو ان کے گھٹنوں کو چھو کر سلام کرتے اور اگرچہ یہ ہندوؤں کا طریق تھا لیکن ادب کے نقطۂ نظر سے اس معاملے میں ہندو یا مسلم کی کوئی تمیز نہیں تھی مسلم اساتذہ کے ساتھ بھی اسی طرح ادب کا اظہار کیا جاتا تھا۔

مولانا محمد منور صاحب اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے ان کے علاوہ ان کا کوئی بھائی بہن نہیں تھا اس لئے قدرتی طور پر والدین کی خصوصی توجہ اور محبت ان کو میسر تھی لیکن اکلوتے بچے جن خرابیوں کا شکار ہو جاتے ہیں خدا کے فضل سے مولانا موصوف اس سے محفوظ رہے۔ انہوں نے بتایا کہ میری نگرانی میری والدہ کرتی تھیں۔ اور دادا صاحب خصوصیت سے بڑی توجہ کرتے تھے۔ دادا کی طبیعت اگرچہ بڑی سخت تھی لیکن ساری عمر انہوں نے مجھے کبھی نہیں جھڑکا۔ بلکہ اگر مجھ سے کبھی کوئی چیز ٹوٹ گئی تو مجھ پر ناراض ہونے کی بجائے بڑوں پر ناراض ہوتے کہ چیزیں سنبھال کر کیوں نہیں رکھتے!!

ابتدائی تعلیم کے بعد مکرم مولانا منور صاحب بہاولپور میں اپنے والد محترم کے پاس آ گئے۔ یہاں پر ان کے والد محترم ڈاکخانہ میں کلرک تھے۔ یہاں ابتداء ہی سے انگریزی کی تعلیم کا معیار اونچا تھا جبکہ گاؤں میں انگریزی ابھی پڑھی بھی نہ تھی اس مرحلے پر ان کے والد محترم نے ان کی بڑی مدد کی مولانا نے بتایا کہ میرے والد صاحب صبح سیر پر مجھے ساتھ لے جاتے اور راستے میں انگریزی کے الفاظ کے ہجے عربی کی گردانیں اور اردو کے الفاظ وغیرہ دوہرواتے جاتے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف یہ کہ بچپن کی یہ کمی پوری ہو گئی بلکہ انگریزی عربی اور اردو سبھی اچھی ہو گئیں۔

مولانا نے کہا کہ میری تعلیم پر جتنی محنت والد صاحب نے کی وہ محسوس ہوتا ہے کہ خاص الٰہی اشارے پر تھی کیونکہ بیرون ممالک میں خدمت دین کے مراحل میں انگریزی اور عربی کی مہارت میرے خوب کام آئی۔ اور میں نے خوب خوب عربی اور انگریزی میں گفتگو اور تقاریر کے ذریعے دین کی خدمت کی۔

مڈل کی تعلیم کے دوران ایک سال مرالے سدھو میں مولانا کو بورڈنگ ہاؤس میں داخل رہنا پڑا۔ وہ کہتے ہیں ہر اختتام ہفتہ پر میں گھر جاتا جو میرے سکول سے تین میل کے فاصلے پر تھا۔ ہمیشہ ہی یہ راستہ پیدل طے کیا کرتا اور کبھی محسوس بھی نہ ہوتا کہ یہ کوئی مشکل مرحلہ ہے۔

جو بچے اکلوتے ہوں اور ہر وقت گھر میں رہتے ہوں اور ماں باپ بھی ان کو اپنی نظر سے اوجھل نہ ہونے دیتے ہوں ان میں اکثر خود اعتمادی کی کمی ہو جاتی ہے۔ مولانا نے کہا کہ بچپن میں تو یہ کیفیت میرے ساتھ تھی لیکن بورڈنگ میں ایک سال رہنے کے بعد اور پھر قادیان میں اکیلے رہنے کے بعد یہ کمی ختم ہو گئی اور خدا تعالیٰ کے محض فضل سے ساری زندگی اعتماد میں کمی کا کبھی احساس نہیں ہوا۔

مولانا منور صاحب سے میرا اہم سوال یہ تھا کہ آپ نے خدمت دین کے میدان میں جو بھرپور کامیابیاں حاصل کی ہیں اس کا تعلق یقینی طور پر آپ کے بچپن سے ہوگا کہ ماں باپ نے ایسی پختہ دینی تربیت کی ہے کہ آپ ساری عمر ایک کامیاب خادم دین رہے۔ اس لئے اس ضمن میں یہ بتائیں کہ آپ کے بچپن کا ماحول کیا تھا تاکہ آج کے احمدی ماں باپ بھی اس سے کچھ اخذ کر سکیں۔

مولانا نے فرمایا کہ میری تربیت میں ایک اہم نکتہ یہ تھا کہ گھر سے باہر زیادہ نہیں رہنا۔ تاکہ بری صحبت سے بچا رہوں۔ مولانا نے بڑی دلچسپ بات بتائی کہ اس وقت بھی یہی کہا جاتا تھا کہ دنیا بڑی بری ہے آج بھی یہی کہا جاتا ہے کہ دنیا بڑی بری ہے شائد کئی لوگوں کے لئے دنیا ہمیشہ بری ہوتی ہے اور کئی لوگوں کے لئے دنیا ہمیشہ اچھی ہوتی ہے۔

مولانا نے کہا کہ ہمارے گھر کی خاص بات یہ تھی کہ گھر میں ہمیشہ نماز باجماعت ادا ہوتی تھی مولانا نے اپنے والد محترم کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ میری تربیت میں بہت ممد و معاون انکی بھرپور شخصیت تھی۔ والد صاحب کو دعوت الی اللہ کا انتہائی شوق تھا۔ مخالفت تو ہر جگہ ہی ہوتی ہے بعض اوقات تو مقدمہ بہاولپور کے دنوں میں ہمارے گھر جلوس بھی آ گیا اور ان دنوں تو خصوصاً سخت مخالفت تھی۔ اس دعوت الی اللہ کی گفتگوؤں میں، میں اکثر ان کے ساتھ ہوتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ احمدیت کے بارے میں پختہ ایمان، اعتراضوں کے کافی وشافی جواب اور ساری دینی تربیت بچپن ہی میں ساتھ ساتھ ہوتی گئی۔

مولانا موصوف نے اپنے بچپن کی ایک بڑی ہی پیاری یاد اور بھی بیان فرمائی وہ فرمانے لگے کہ میرے والد صاحب کی یہ عادت تھی کہ جب میں چھوٹا سا تھا تو مجھے گود میں بٹھا لیتے عموماً مغرب کی نماز کے بعد ایسا ہوتا اور فرماتے "آؤ کلام سنو!" اس کے بعد وہ مجھے بعض سورتیں سنایا کرتے۔ میں بڑی توجہ سے خاموشی سے گود میں بیٹھنے کا مزا لیتا ہوا یہ پاکیزہ باتیں سنتا رہتا۔ اور محض ان کی زبان سے سن سن کر یہ پاکیزہ کلمات مجھے نہ صرف یاد ہو گئے بلکہ روح کی گہرائیوں میں اتر گئے۔

اس کے علاوہ ایک خاص کام جو والد محترم نے میری تربیت کی غرض سے شروع کیا یہ تھا کہ جب میں ساتویں جماعت میں ہوا تو انہوں نے مجھے روزانہ یہ کہنا شروع کیا کہ الفضل مجھے پڑھ کر سناؤ اور جہاں بھی کوئی امر قابل تشریح ہوتا وہ فوراً وضاحت کرتے۔ اس کے علاوہ حضرت بانئ سلسلہ کی خاص خاص نظمیں مجھے یاد کروائی ہوئی تھیں اور جب بھی کہیں دعوت الی اللہ کا موقع ہوتا مجھے بلا لیتے اور میں بڑے جوش و جذبے سے ہاتھ ہلا ہلا کر اباجی کے سامنے یہ نظمیں سناتا۔

مولانا نے ہنستے ہوئے بتایا کہ میں یہ نظمیں اس قدر جوش و خروش سے سناتا کہ میرے اباجی کے دوست ہنس پڑتے اور کہتے کہ احمدی صاحب! (میرے اباجی کو اکثر ملنے والے احمدی صاحب! کہا کرتے تھے) آپ بھی بڑے خطرناک ہیں لیکن آپ کا یہ بچہ تو آپ سے بھی زیادہ خطرناک محسوس ہوتا ہے۔ یہ بات کرنے والے ایک آریہ سماجی تھے۔

آخرکار آریہ سماجیوں کی یہ پیشگوئی افریقہ کے صحراؤں میں جا کر پوری ہوئی۔

مولانا موصوف سے میں نے ایک سوال اور کیا، یہ بتائیں کہ آپ کو نماز کا عادی بنانے کے لئے آپ کے والدین نے کیا طریق اختیار کیا۔ مولانا محمد منور صاحب بولے مجھے یہ یاد نہیں کہ میں نے نماز کب شروع کی۔ والدہ کہتی ہیں کہ تمہیں شروع سے ہی یہ شوق تھا کہ نماز میں شامل ہو جاتے تھے اور پنجوقتہ نماز ادا کرتے تھے۔ مجھے یہ سہولت میسر تھی کہ والدین کی توجہ میری طرف تھی اور والدین کی اپنی توجہ نمازوں اور دین ہی کی طرف رہتی تھی گویا کہ میری ساری توجہات ہی

Digitized By Khilafat Library Rabwah

نماز اور دین کی طرف تھیں ۔ اس سے میں یہ نتیجہ اخذ کرتا ہوں کہ گھروں کا اندرونی ماحول سب سے زیادہ اہم چیز ہے جس گھر میں ہر وقت نماز قرآن اور دین کی باتیں ہوتی رہیں گی والدین اور بڑوں کی اطاعت و فرمانبرداری کی تلقین محبت و پیار کے ساتھ کی جاتی رہے گی اور دیگر دلچسپیوں کی طرف توجہ نہ ہونے کے برابر ہو گی اس گھر میں پلنے والے بچے کو ابتداء ہی سے روح کی گہرائیوں میں نماز کی عادت اور دین کی محبت راسخ ہو جائے گی ۔ اس کے علاوہ جس گھر میں الفضل جاتا ہو اور پھر الفضل موضوع رہتا ہو۔ اس کے مضامین اور حضور ایدہ اللہ کے ارشادات پر گفتگو ہوتی رہے اس گھر کی تربیت ہمیشہ ٹھوس رہے گی اور اس گھر کے بچے کبھی خراب نہ ہوں گے ۔

مولانا نے کہا کہ مجھے یاد نہیں میں نے بچپن میں کسی کو گالی دی ہو ۔ یا جھوٹ بولنے کی ضرورت محسوس کی ہو ۔ یا گلیوں میں دوستوں کے ساتھ آوارگی میں حصہ لیا ہو۔ میرے ابا جی بڑی باقاعدگی سے تہجد پڑھنے والے تھے ۔ اسکے علاوہ دعا کرنے میں ان کو ایک خاص توجہ تھی کبھی کبھار ان کا دل کرتا کہ خاص طور پر دعائیں کریں تو وہ گھر کے ایک کمرے میں بند ہو جاتے اور گھر والوں سے کہہ دیتے کہ مجھے کوئی نہ بلائے میں دعا کر رہا ہوں اس طرح بڑی توجہ سے بڑی بڑی دیر تک دعائیں کرتے رہتے ۔

مولانا صاحب موصوف ۱۹۴۸ء میں بیرون ملک گئے اور ۱۹۸۳ء میں خرابئ صحت کی وجہ سے واپس تشریف لائے ۔ اس وقت نظر کمزور ہے ۔ اور محنت کا کام کرنے سے طبیعت خراب ہو جاتی ہے ۔ مشرقی افریقہ ، مغربی افریقہ اور مشرق اوسط میں خدمات انجام دی ہیں ۔ سواحیلی زبان میں خصوصی مہارت حاصل کی اور ترجمۂ قرآن میں اہم حصہ لیا ۔

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے اور لمبی عمر سے نوازے ۔

کیا ہمیں معلوم ہے کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے بعض باتوں کے متعلق فرمایا کہ جو یہ کرے گا میری جماعت میں شمار نہیں ہو گا ۔ کیا ہم جانتے ہیں کہ وہ کیا باتیں ہیں ۔

ایک معروف ڈاکٹر کا مسئلہ

"سچ مانیے" "یقین کیجیے" "سنیے تو"

میرے گھر کے باہر نکلنے کے دو دروازے ہیں ۔ ویسے تو عام طور پر ہر گھر کے دو دروازے ہوتے ہیں ۔ لیکن ہر دو دروازوں والے گھر میں اس طرح کے حالات پیش نہیں آتے جیسے میرے گھر آتے ہیں ۔ اور مجھے شرمندہ کر جاتے ہیں جھوٹا بنا جاتے ہیں ۔ معذرت کرواتے ہیں ۔ اور پھر بھی ملنے والوں کی نظروں سے بے یقینی کے سائے جھانکتے نظر آتے ہیں ۔ ہوتا یوں ہے کہ میں مریض دیکھ کر فارغ ہوتی ہوں نرس کو کہتی ہوں کہ ذرا میرا برقعہ لانا میں پڑوس میں خالہ جان کا حال پوچھ آؤں اُن کی بیٹی دو دفعہ بلانے آ چکی ہے ۔ وہ برقعہ لے آتی ہے ۔ میں جلدی سے بڑے دروازے کی بجائے ڈسپنسری کے بغلی دروازہ سے نکل جاتی ہوں ۔ وہاں گئی ان کا بیٹا آیا ہوا تھا ۔ میرے اندازہ سے زیادہ وقت لگ جاتا ہے دوران اثناء فون آتا ہے کوئی ملنے والی یا مریضہ مجھ سے بات کرنا چاہتی ہے ۔ میرے بچوں میں سے کوئی کہتا ہے آپ توقف فرماویں (انکو علم نہیں ہے کہ میں بغلی دروازے سے گھر سے باہر نکل گئی ہوں وہ کہتی ہیں امی گھر پر ہیں میں اُنہیں فون پر بلاتی ہوں وہ بیچاری فون ہولڈ پر رکھکر سارے گھر میں تلاش کرتی ہے ۔ میں نہیں ملتی ۔ آخر نرس بتاتی ہے وہ گھر پر نہیں ہیں پڑوس میں گئی ہیں ۔ لیکن جب میری بیٹی فون پر اُن عزیزہ کو کہتی ہیں کہ امی تو گھر پر نہیں ہیں تو وہ فون پر بچی کو ڈانٹتی ہیں کہ جھوٹ بول رہی ہو ۔ ابھی تو تم نے کہا تھا گھر پر ہیں ۔ اُن کو کہو "فلاں" بلا رہی ہیں فون پر میری بات سنیں ۔ بچی روہانسی ہو جاتی ہے ۔ لیکن وہ بدستور ناراض ہوتی ہیں اور جب میں گھر آتی ہوں تو خود فون کرتی ہوں یا وہ دوبارہ کر لیتی ہیں تو گلہ کرتی ہیں "توبہ آپ سے تو ملنا ہی مشکل ہے جب فون کرو آپ کہلا دیتی ہیں کہ گھر پر نہیں ہیں" اب میں ان عزیزہ کو لاکھ یقین دلاؤں کہ میں واقعی گھر نہیں تھی ۔ ان کی بے یقینی اور گلہ نہیں جاتا ۔ جو بات انہوں نے پوچھنی تھی وہ صرف اتنی تھی کہ کس وقت دکھانے آ جاؤں ۔ یا آپکے کلینک کے اوقات کیا ہیں ۔

یہ تو چلیے فون کی بات تھی اکثر اوقات اس طرح بھی ہوتا ہے ۔ مثلاً ایک جمعہ کے دن سہ پہر تین بجے میں اور میری بھانجی ڈسپنسری والے گیٹ سے نکل کر محلہ میں چند گھروں میں برائے ملاقات چلے گئے ۔ نرسیں ڈسپنسری میں تھیں ۔ ان کو بتا گئے کہ ایک آدھ گھنٹہ کے لئے جا رہے ہیں ۔ وہ ڈسپنسری میں ہی تھیں کہ چنیوٹ سے میری ایک بہت اچھی ملنے والی اپنی بھتیجی کو ساتھ لے کر ڈسپنسری میں آئیں نرس نے کہا ڈاکٹر گھر پر نہیں ہیں ۔ کہیں گئی ہوئی ہیں ۔ اس اثناء میں میں بڑے گیٹ سے واپس آ چکی تھی ۔ اور برقعہ اتار کر رکھا ہی تھا کہ وہ نرس سے یہ کہکر کہ تم مجھے جانتی نہیں ہو؟ میں کون ہوں ؟ ۔ میں تو اُن سے مل کر ہی جاؤں گی ۔ وہ ڈسپنسری سے نکل کر بڑے گیٹ کی طرف سے صحن میں آ گئیں ۔ میرے میاں کار کے پاس کھڑے تھے اُن سے پوچھا ڈاکٹر ہیں ۔ انہوں نے کہا تشریف رکھئے میں بلاتا ہوں (وہ یہ کہنا بھول گئے کہ ابھی آئی ہیں) انہوں نے مجھے بتلایا میں نے اُنہیں اندر بلا لیا ۔ آتے ہی انہوں نے بہت گلہ کیا "آپ کی نرس نے جھوٹ بولا میں تو ادھر سے آ گئی خیر ہوئی ورنہ واپس جاتی" اب میں لاکھ بتلاتی ہوں کہ میں ابھی آئی ہوں برقعہ اتار کر رکھا ہی ہے نرس کو اُدھر ڈسپنسری میں نہیں معلوم تھا کہ میں آ گئی ہوں ۔ کیونکہ میں گئی اُدھر سے تھی اور آئی ادھر سے ہوں ۔ لیکن اُن کی آنکھوں سے بے یقینی کے سائے جھانکتے صاف نظر آتے ہیں ۔ میں شرمندہ اور خجل بھی ہوں کہ کاش ڈسپنسری سے آ جاتی ۔ نرس بھی مجھ سے ناراض سی نظر آتی ہے کہ وہ جھوٹی بنی ۔ لیکن کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ملنے والی میری کہنے کو سچ مان لیں ؟ اب تو میرے میاں بھی بیچ میں صفائی پیش کرتے ہیں کہ ہاں یہ تو ابھی ادھر سے آئی تھیں کہ آپ آ گئیں ۔ مگر ناممکن ہے کہ ان کو یقین آ جائے ۔ بات وہاں بھی اتنی ہی تھی ۔ کہ اُنہوں نے مشورہ کرنا تھا ۔ خود نہ سوچا کہ جمعہ کو نہ جائیں ۔

ڈاکٹر کے بھی کچھ اپنے ذاتی کام ہوتے ہیں کسی کے مرنے پر افسوس کرنے نہ جائیں ؟ کسی کی منگنی کی ۔ شادی کی ۔ ولادت کی ۔ پاس ہونے کی مبارکباد دینے نہ جائیں؟؟ ساری عمر ان کو دیکھتے رہیں نسخہ جات تجویز کرتے رہیں ۔ سب نمارت ایک دن کے گلہ نے اگلے پچھلے سب حساب چکا دیئے ۔ بمشکل راضی ہوئیں ۔

للہ یہ سوچئے ۔ کہ ہم آپ سے کیوں چھپیں گے ؟ ۔ آپ کی خدمت کے لئے بیٹھے ہیں ۔ آپ سے بچنا ہوتا تو ڈاکٹر نہ بنتے ۔ بن گئے تھے تو کسی ایسے ہسپتال میں جا کر تعینات ہو جاتے جہاں دن رات کی ڈیوٹی نہ ہوتی ۔ اور اگر ڈیوٹی ہوتی بھی تو معذرت کر لیتے کہ ہم اس وقت بہت مصروف ہیں تھکے ہوئے ہیں ۔ جھوٹ کیوں بولتے ۔ اور ہم ہی بول دیتے تو کوئی یعنی ہماری نرس یا ہماری بیٹی ہمارے لئے کیوں جھوٹ بولتی ۔ جب آپ مریض لوگ ہمیں اپنی بیماری کی حالت بتا رہے ہوتے ہیں تو ہم کیا سمجھتے ہیں کہ (خدا نہ کرے) آپ جھوٹ بول رہی ہیں ۔ پھر ہماری بات کو بھی سچ سمجھ لیا کریں ۔ (معذرت کے ساتھ) بُرا نہ مانئے میں آئندہ احتیاط رکھوں گی کہ جدھر سے جاؤں یعنی جس دروازے سے جاؤں اُسی سے واپس آؤں ۔ اور گھر سے جاتے ہوئے چاہے کتنی ہی عجلت اور ایمرجنسی میں جاؤں گھر کے سب بچوں اور نوکر کو بتا کر جاؤں ۔ کہ میں چند منٹ کے لئے گھر سے باہر جا رہی ہوں تاکہ فون پر ...... کوئی کسی کو ڈانٹے نہ ۔

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

انسان اگر خدا کی طرف قدم اٹھائے تو اللہ تعالیٰ کا فضل دوڑ کر اس کی دستگیری کرتا ہے ۔ (حضرت اقدس)

بڑے آدمی سے نفرت نہ کریں اس کی برائی سے نفرت کریں ۔ اور پیار اور محبت کے ساتھ اس کی برائی کو دور کریں ۔ اس پر غصہ کا اظہار ہرگز نہ کریں اس کے لئے اپنے دل میں درد پیدا کریں ۔ یہی اصلاح کا بہترین طریق ہے ۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

آپ کا خط ملا

تعلیمی معیار کے متعلق دو مکتوبات

(۱) مکرم م.ش خالد صاحب

ربوہ

تعلیمی معیار پر آپ کے اداریہ کے بعد ماہرین تعلیم کے نقطہ ہائے نظر سے یقیناً تعلیمی مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد ملی ہے۔ لازماً باہمی تبادلہ خیالات و موازنہ تجربات تعلیم کے معیار کو بہتر بنانے میں واضح راہنمائی حاصل کرنا ممکن ہو سکے گی۔ جناب مکرم میاں محمد ابراہیم صاحب (ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر) نے الفضل ۱۳ دسمبر میں بالکل بجا وضاحت فرمائی کہ ان کا تجزیہ (۲۱ دسمبر) صرف انگریزی زبان کے معیارِ تعلیم کے بارہ میں تھا۔ راقم کے لئے یہ امر باعثِ مسرت و اطمینان ہے کہ محترم میاں صاحب جیسے مایۂ ناز ماہر تعلیم نے خاکسار کی معروضات کو "کم و بیش کلی اتفاق" سے نوازتے ہوئے فرمایا ہے کہ "ان کا خیال" تھا" کہ انگریزی کی تعلیم کو براہ راست طریق یعنی انگریزی کو انگریزی ہی میں پڑھانے کا طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ محترم میاں صاحب کے اس فکر انگیز فقرہ سے خاکسار کے ذہن میں وہ سارا بحث و مباحثہ تازہ ہو گیا جب راقم کو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی نیشنل سلیبس کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کی دعوت ملی۔

یاد رہے کہ اس قومی کمیٹی میں ملک کی تمام یونیورسٹیوں کے صدرانِ شعبہ "ایکس آفیشو" رکن ہوتے ہیں (قومی) کمیٹی کا یہ دو روزہ اجلاس اسلام آباد میں منعقد ہوا جس کا افتتاح وفاقی وزیر تعلیم نے کیا۔

واضح رہے کہ یونیورسٹی لیول پر خدا کے فضل سے بیشتر پروفیسر / ڈاکٹرز صاحبان انگلستان / امریکہ کی اعلیٰ ترین (پی۔ ایچ ڈی) ڈگریوں کے حامل ہوتے ہیں۔ یہاں بھی ایسے قابل / فاضل سینیئر اساتذہ کا اصل مسئلہ یہی سامنے آیا کہ انہوں نے ساری اعلیٰ تعلیم براہ راست انگریزی میں انگریزی کتب / مواد / ماخذ / لیکچرز سے حاصل کی۔ لہذا ان کے لئے اردو پر عبور ظاہر ہے اور پھر ان کے براہ راست قسم کے انگریزی لیکچرز / انگریزی کتب / مواد پاکستانی طلباء کے ذہنی معیار اور عمومی فہم سے بہت بلند ہوتے ہیں۔ لہذا ہر دو اپنی مجبوریوں سے "بے بسی" محسوس کرنے میں حق بجانب۔ اس ضمن میں جب خاکسار کو اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا گیا تو بحث کو وطن عزیز کے معروضی حالات کی طرف لے جا کر عرض کیا کہ "فارن کوالیفائیڈ" یونیورسٹی اساتذہ کو کراچی لاہور۔ اسلام آباد۔ پشاور۔ کوئٹہ جیسے بڑے شہروں میں اعلیٰ تعلیم کے خواہشمند قوم کے "چنندہ طلباء" کے ساتھ بھی اگر ایک طرف اردو پر عبور کی کمی اور دوسری طرف (طلباء) کی انگریزی زبان سے کم واقفیت (غیریت) روک پیدا کرنے کا باعث ہے تو پھر شہروں سے دور۔ مفصل تعلیمی اداروں جہاں دیہاتی طلباء کی اکثریت داخلہ لیتی ہے (۷۰ فیصد آبادی رہتی بھی تو دیہاتوں میں ہے) ان احساس کمتری کے شکار طلباء کا مسئلہ انگریزی بمقابلہ اردو نہیں بلکہ انگریزی جمع اردو براستہ پنجابی بن کر سامنے آتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ دیہاتی ماحول سے آنے والے بیشتر طلباء کے لئے اردو زبان بھی انگریزی کی مانند سر کے اوپر سے ہی گزر جاتی ہے۔ ایسے طلباء کی اکثریت واضح اردو نہ لکھ سکتی ہے اور نہ بول سکتی ہے لہذا ان کو نفس مضمون سمجھانے کے لئے بعض دفعہ انگریزی ہی نہیں بلکہ اردو اصطلاحوں کا مطلب پنجابی زبان میں سمجھانا پڑتا ہے۔ یعنی انگریزی اور پنجابی کے مشترکہ "ملغوبہ" کے بغیر گذارہ نہیں۔ اس قسم کی معروضی صورتِ حال میں پرائمری تو کیا ہائی سکول بلکہ کالج لیول پر بھی انگریزی کو انگریزی میں براہ راست طریق پر پڑھانے سے طالبعلم کو ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ شہری اور دیہاتی ماحول کی معاشرتی سہولتوں میں جو فرق ہے وہ فرق شہری اور دیہاتی تعلیمی اداروں کے حوالہ سے اور بھی زیادہ شدید صورت اختیار کر جاتا ہے ان ناقابلِ تردید معروضی شواہد کے ساتھ مفصل تعلیمی اداروں کے اساتذہ کا تعلیمی معیار قائم رکھنا بھی ایک بہت بڑی قومی خدمت ہے۔ خاکسار کی یہ "مفصلانہ" معروضات جامعات کے صدران شعبہ کے لئے "نئے حقائق" تھے لہذا توجہ سے سنے گئے اور فیصلہ ہوا کہ آئندہ نیشنل سلیبس کمیٹی میں مفصل تعلیمی ادارہ کے (نمائندہ) استاد کو بھی باقاعدہ ممبر بنایا جائے۔ تاکہ جو تعلیمی ادارے / جامعات کو "فیڈ" کرتے ہیں ان کے مسائل بھی سامنے آتے رہیں۔ کمیٹی کا یہ فیصلہ مثبت رویے اور سوچ کا مظہر تھا۔

مختصراً یہ کہ اگر قومی تعلیمی معیار کو با مقصد، منظم طریق پر بلند کرنا درکار ہے تو پھر دیہاتی علاقوں کی تعلیمی ضروریات یعنی بنیادی سہولتیں بلڈنگز، لیبارٹریز لائبریریز، ہوسٹل / ٹرانسپورٹ۔ طبی سہولتیں ادویات (طلباء کے لئے) وغیرہ مہیا کرنا بہت ضروری ہے۔ ورنہ انکے بغیر ایک غیر مؤثر طریق کا "خود رو" تعلیمی سلسلہ۔ ٹاٹ سکول۔ درختوں کے نیچے ۔ بلکہ ٹاٹ بھی اب متروک ہو گئے ہیں۔ یہ خود رو قسم کا تعلیمی نظام ۔ ملک و قوم کی ضرورت کچھ نہ کچھ پوری کرتا رہے گا اور کاروبار حیات، زواں دواں رہیگا۔ اور کبھی نہ کبھی، کہیں نہ کہیں کوئی اور ڈاکٹر عبدالسلام، ضرور خدا کے فضل سے، قدرت ثانیہ کے تیسرے مظہر کی خواہشات اور توقعات کے مطابق ضرور پیدا ہوں گے جو ملک و ملت کا نام روشن کرنے اور روشن تر رکھنے میں زبردستی یعنی ہر ممکنہ طور طریق سے اپنا سب کچھ قوم پر نچھاور کرتے رہیں گے

(۲) مکرم کلیم احمد قریشی صاحب

راولپنڈی

"میں نے اسی سال بی۔ ایس سی کیا ہے۔ اور الفضل کے "آپ کا خط ملا" کے کالموں میں آج کل مختلف خطوط "تعلیمی معیار" کے تحت پڑھنے کو مل رہے ہیں حقیقتاً یہ مسئلہ قابل غور ہے۔

میرے خیال میں اگر گذشتہ پندرہ بیس سالوں میں دیکھا جائے تو ہمارے ہاں شرح خواندگی کا معیار تو شاید بڑھا ہو مگر معیار خواندگی لگاتار اور تیزی سے پستی کی راہ پر گامزن ہے۔ میں اپنے ذاتی تلخ تجربہ کی روشنی میں کہتا ہوں کہ ہمارا تعلیمی معیار روز بروز گرنے میں اہم کردار ہمارے نظامِ تعلیم میں ٹیوشن سسٹم ہے۔ آج کے اس دور میں میرے مشاہدے کے مطابق ۸۰ فی صد طلباء ٹیوشن ضرور پڑھتے ہیں۔ ان میں ۴۰٪ طلباء ایسے ہیں جو مجبوراً اس مصیبت میں مبتلا ہیں۔ آگے چل کر میں بتاؤں گا کہ وہ کیا مجبوری ہوتی ہے اس کے علاوہ ۴۰٪ طلباء بطور فیشن کے ٹیوشن پڑھتے ہیں۔

مجبوری یہ ہے کہ جہاں سکولوں میں نہایت شفیق، مہربان اور قوم کا درد رکھنے والے اساتذہ درس و تدریس کا اہم فریضہ بڑی توجہ سے ادا کرنے والے تھے۔ وہاں آج ہمیں زیادہ تر استاد ایسے بھی ملتے ہیں جو خود غرضی کا شکار ہیں، اپنے مستقبل کے لئے قوم کے مستقبل کو داؤ پر لگانے سے نہیں چوکتے۔ گورنمنٹ کے اسکولوں میں یہ بیماری بہت عام ہو گئی ہے۔ اساتذہ کچھ اس قسم کی پالیسی اختیار کرتے ہیں کہ ساری کلاس ٹیوشن پڑھنے پر مجبور ہو جائے۔ پالیسی کچھ اس قسم کی ہوتی ہے کہ شروع سال میں بچوں پر پڑھائی کا خوب بوجھ ڈالتے ہیں۔ ۸ ماہ کا کام ایک ماہ میں کروا دیتے ہیں اور اس کام میں زیادہ تر لکھنے کا کام ہوتا ہے۔ ایک دن میں پورا باب پڑھا دیا۔ اگلے دن میں بچوں سے کہا کہ لکھ لانا۔ بچوں کو یاد کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ ابھی اس بوجھ سے چھٹکارا نہیں ملتا کہ استاد کلاس میں ہر مضمون کا روزانہ ٹیسٹ لینا شروع کر دیتے ہیں نتیجہ ظاہر ہے زیادہ تر بچے فیل ہوتے ہیں پھر بچوں کو اتنا پیٹا جاتا ہے اور ساتھ ہی مثال بھی دی جاتی ہے کہ فلاں فلاں دیکھو میرے گھر پڑھنے آتا ہے اس کے اچھے نمبر ہیں تم (جو ٹیوشن نہیں پڑھتے) نکمے ہو۔ کل تم اپنے باپ کو بلا کر لانا۔ بچے جب گھر جا کر صورت حال بتاتے ہیں کہ ہم فیل ہو گئے ٹیوشن پڑھنے والے پاس ہو گئے۔ ہمارے ہاتھ مار کھا کھا کر سوج گئے۔ ٹیوشن پڑھنے والے لڑکوں کو کبھی مار نہیں پڑتی بلکہ ان سے استاد دوستانہ رویہ رکھتے ہیں ہمیں بھی ٹیوشن رکھ کر دیں۔ والدین بچوں کے ساتھ یقیناً مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور اپنی جائز مزدوریوں کا گلا گھونٹ کر اپنے بچے کو ظلم سے بچاتے ہیں۔

ایک طرف تو ڈنڈا سروس ہوتی ہے دوسری طرف ہوتا یہ ہے کہ کلاس میں جو اصل وقت پڑھائی کا ہوتا ہے فضول باتوں میں ضائع کر دیا جاتا ہے۔ اور ٹیوشن کا وقت خوش گپیوں میں گنوا دیا جاتا ہے۔ اور جب امتحان آتا ہے تو گیس دینے کے بہانے لڑکوں کو پورا پورا پیپر بتایا جاتا ہے لڑکے اس پر بھی بس نہیں کرتے گیس کی نقل تیار کر کے کمرہ امتحان میں ساتھ لے جاتے ہیں استاد از راہ شفقت ٹیوشن پڑھنے والے بچوں کو نقل کرنے سے بھی منع نہیں کرتے اس طرح سال بھر ٹیوشن پڑھنے سے لڑکا اچھے نمبروں میں پاس ہو جاتا ہے مگر یہ اسی وقت تک ہوتا ہے جب تک ٹیوشن پڑھانے والا استاد امتحان کے پرچہ جات بتائے۔ جب بورڈ کا امتحان ہوتا ہے تو ٹیوشن پڑھنے والے لڑکے زیادہ تر فیل ہوتے ہیں اگر پاس ہو بھی جائیں تو ان کے پاس علم اس معیار کا ہوتا ہے کہ

باقی صـــ پر

Digitized By Khilafat Library Rabwah

افکارِ معاصرین

شہنشاہ بابر کی وصیّت

المعارف مجلّہ علمی میں طاہرہ حبیب لکھتی ہیں :-

"بابر اپنی رعایا کی بلا امتیاز مذہب و ملت حفاظت کرتا تھا۔ اگرچہ وہ مشائخ اور مفتیوں کا بہت احترام کرتا تھا لیکن وہ ان کے مشوروں کو اپنے سیاسی نظریات پر اثر انداز نہ ہونے دیتا تھا۔ اس کے دربار میں مذہبی اور فرقہ وارانہ اختلافات پر کوئی توجہ نہ کی جاتی تھی۔ وہ ایک صحیح العقیدہ مسلمان تھا۔ لیکن اس نے عام مذہبی جوش میں حصہ نہ لیا، جو اس کے ہم عصر۔ ایرانی اور تورانی درباروں کا طرۂ امتیاز بن گیا تھا۔ یہ درست ہے کہ وہ ہندوؤں کو کافر اور افغانوں کو ناقابل اعتماد سمجھتا تھا۔ لیکن ہندو اور افغان امراء اور عوام کے ساتھ وہ حسنِ سلوک، دوستی اور فیاضی سے پیش آتا تھا۔ اگرچہ اس نے دو مرتبہ جہاد کا علم بلند کیا لیکن جن طریقوں سے اُس نے جہاد کیا وہ جنگ کے عام اصولوں کے مطابق تھا۔ بابر اپنی غیر مسلم رعایا اور مسلمانوں کے ساتھ کس قسم کے سلوک کا حامی تھا۔ اس سلسلے میں اس کی ہمایوں کے نام وصیّت بہت اہم دستاویز ہے۔ بابر نے ہمایوں کو اپنا جانشین بناتے وقت مندرجہ ذیل وصیّت کی تھی :-

"ہندوستان میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی عنایت ہے کہ اس نے تمہیں اس ملک کا بادشاہ بنایا ہے لہٰذا اب تمہیں چاہیئے کہ حسب ذیل باتوں کا خیال رکھو :-

۱۔ مذہبی تعصب کو اپنے دل میں جگہ نہ دو اور لوگوں کے مذہبی جذبات اور مذہبی رسوم کا خیال رکھتے ہوئے کسی رعائت کے بغیر سب قوموں کے ساتھ پورا انصاف کرو۔

۲۔ گاؤکشی سے خاص طور پر پرہیز کرنا تاکہ اس کے ذریعہ تمہیں لوگوں کے دل میں جگہ ملے اور وہ دل سے تمہاری اطاعت کریں اور بادشاہ اور رعایا کے تعلقات خوشگوار رہیں۔ اس طرح ملک میں امن قائم رہے گا۔

۳۔ تمہیں کسی قوم کی عبادت گاہ کو مسمار نہیں کرنا چاہیئے۔

۴۔ شیعہ سُنی اختلافات کو ہمیشہ نظر انداز کئے رکھو کیونکہ اس سے اسلام کمزور ہو جائے گا۔

۵۔ اسلام کی اشاعت ظلم و ستم کی تلوار کے مقابلے میں لطف و احسان کے ذریعے زیادہ بہتر طریقے سے ہو سکے گی۔

۶۔ اپنی رعایا کی مختلف خصوصیات کو سال کے مختلف موسم سمجھو تاکہ حکومت بیماری اور ضعف سے محفوظ رہ سکے۔"

(المعارف ص۱۴۸)

عدم رواداری

جناب ڈاکٹر آغا افتخار حسین کی کتاب "قوموں کی شکست و زوال کے اسباب کا مطالعہ" سے ایک اقتباس درج ذیل ہے :-

"قدرت نے شاید کبھی دو ایسے انسان پیدا نہیں کئے جو ایک دوسرے سے ہر معاملے میں ہمیشہ متفق رہے ہوں۔ ہر انسان اپنی اہلیت کے مطابق مسائل پر غور کرتا ہے اور رائے قائم کرتا ہے اور اسے اس کا حق ہے۔ اگر ایک فرد کا عمل کسی دوسرے فرد کے زیاں کا باعث ہو تو اس آزادی کو روکنا ہوگا۔ لیکن فکر کا معاملہ علیحدہ ہے۔ اگر ایک انسان کے سوچنے کا انداز دوسرے سے مختلف ہے تو اسے یہ تو حق حاصل ہے کہ وہ اسے قائل معقول کرے، لیکن وہ اسے دوسرے انداز سے سوچنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ زبان بند کی جا سکتی ہے، عمل کو رد کا جا سکتا ہے، انسان کو قید یا قتل کیا جا سکتا ہے لیکن فکر کو نہ رد کیا جا سکتا ہے، نہ قید کیا جا سکتا ہے۔ نہ قتل کیا جا سکتا ہے۔ فکر کا مقابلہ فکر ہی سے کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ فکر فکر ہو، دشنام نہ ہو۔ اگر آپ اپنے مخالف کو عقلی دلائل سے قائل کرنے کی کوشش کریں تو ممکن ہے وہ قائل ہو جائے اور اپنی فکر بدل دے، لیکن اگر آپ اُسے گالی دیں، مذہب سے خارج کرنے کی دھمکی دیں یا کوئی اور تشدد کریں تو ممکن ہے وہ خوف یا اذیت کے زیر اثر اپنا عمل بدل دے۔ لیکن وہ اس سے اپنی فکر نہیں بدلے گا۔ بلکہ اس کا احتمال ہے کہ اس کے انداز فکر میں اور شدت پیدا ہو جائے۔ سیاسی سطح پر ریاست کی سالمیت کے لئے بعض اوقات جبر و تشدد اور تعزیر کے بغیر چارہ نہیں ہوتا، لیکن فکری سطح پر کسی نظریئے کے فروغ یا بقا کے لئے کسی قسم کا تشدد کبھی کارگر نہیں ہوتا، بلکہ اس کے اُلٹے نتائج برآمد ہوتے ہیں، اور ہماری تاریخ میں سینکڑوں مثالیں اس حقیقت کی تائید کرتی ہیں۔ دورِ بنو امیہ میں جبریہ فرقے نے معتزلہ پر تشدد کیا تو معتزلہ کی تحریک اور زور پکڑ گئی۔ عباسیوں کے ابتدائی دور میں معتزلہ نے جبریہ پر تشدد کیا تو جبریہ اور ان کے ہم خیال فرقوں نے محاذ آرائی کی پھر المتوکل کے عہد اور اس کے بعد دوبارہ معتزلہ اور عقلیت پسندوں پر تشدد ہُوا تو وہ زیرِ زمین چلے گئے اور "اخوان الصفا" وغیرہ نے پوشیدہ طور پر عقلیت کی تحریک چلائی۔ اس عرصے میں عدم رواداری اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ فکر سے متعلق بعض فروعی اختلافات کی وجہ سے ہزاروں مسلمانوں کا خون بہا اور آخر کار بغداد میں مسلمانوں کی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ کچھ اسی قسم کی صورتحال ہندوستان میں بھی پیش آئی۔ سرسید سے پہلے اور ان کے بعد بھی یہی صورت رہی۔ البتہ عدم رواداری کی شدت میں قدرے کمی واقع ہوئی ہے۔ عقلیت پسندی اور خرد افروزی کی تحریک اور مسلمانوں کی مادی اور روحانی ترقی کو سب سے زیادہ نقصان عدم رواداری سے ہو رہا ہے۔"

(قوموں کی شکست و زوال کے اسباب کا مطالعہ ص۱۲۳، ۱۲۴)

لجنات لازمی چندے جلد بھجوائیں

لجنہ اماء اللہ کا نیا مالی سال شروع ہوئے چار ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ لیکن ابھی تک بہت کم لجنات کی طرف سے چندہ آیا ہے۔ جیسا کہ آپکو معلوم ہے کہ یہ صد سالہ جشن تشکر کا سال ہے اس بناء پر اخراجات بھی پہلے سے زیادہ ہو رہے ہیں براہ کرم تمام لجنات اس طرف توجہ فرمائیں اور اپنے لازمی چندہ جات (ممبری لجنہ و اجتماع لجنہ ممبری ناصرات و اجتماع ناصرات) جلد از جلد بھجوائیں

صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ

بقیہ : دو مکتوبات

آگے پڑھنا ان کے لئے مشکل ہوتا ہے ویسے عام لوگ سوچتے ہوں گے کہ ٹیوشن آخر ہے تو کلاس ٹائم سے علیحدہ پڑھنے کا نام مگر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ کس قدر نقصان دہ ہے۔ ٹیوشن پڑھنے والے بچوں میں خود اعتمادی اور محنت کرنے کی عادت ختم ہو جاتی ہے اور وہ مستقلاً ٹیوشن کے محتاج ہو کر رہ جاتے ہیں۔

اب دوسری طرف آتے ہیں

ٹیوشن برائے فیشن۔

ٹیوشن برائے فیشن عام طور پر بڑے گھرانوں میں پڑھی جاتی ہے۔ اس میں یہ ہوتا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں کے گھر بچوں کو پڑھانے استاد آتا ہے اور اسے ایک ہزار یا پندرہ سو فیس دی جاتی ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ ہمارے گھر بھی استاد بچوں کو پڑھانے آئے۔ اور فیس بھی دوسرے کے استاد سے زیادہ لینے والا ہو تاکہ ہم بھی فخر کر سکیں۔ مگر والدین یہ نہیں دیکھتے کہ بچے کے اندر خود محنت کرنے کے جذبے کو تو وہ خود دبا رہے ہیں۔ بچے کی محنت کا تمام تر دارو مدار ٹیوٹر پر رہ جاتا ہے۔ بچے میں از خود کتابوں کی طرف توجہ دینے کا شعور ہی بیدار نہیں ہوتا۔ اس طرح ہمارے سکولوں کالجوں سے "طوطے" نکلتے ہیں۔

بقیہ : نیر صاحب

فرمایا تمہارے ابا جان اور میں اکٹھے کالج میں پڑھا کرتے تھے۔ مجھے ان کی بہت سی باتیں یاد ہیں۔ وہ کسی دن تم کو بتاؤں گا۔ نوٹ کر لینا۔ دوسری بار جب گئے۔ تو آپ بیمار تھے۔ بیماری کے دوران میں بھی آپ نے کہا۔ مگر آپ کی تکلیف کے خیال سے ہم نے کہا۔ کہ آپ کو صحت ہونے پر لکھیں گے۔ مگر صد افسوس کہ آپ اس بیماری سے صحت یاب نہ ہو سکے۔ اور ہم آپ کی باتوں سے ہمیشہ کے لئے محروم رہ گئے۔

۷ ستمبر ۱۹۴۸ء بروز جمعۃ المبارک صبح کے وقت عالم بے ہوشی میں ہی آپ عالم فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ اس وقت بھی آپ کے چہرہ پر مسکراہٹ چھائی ہوئی تھی۔ وہی مسکراہٹ سے پُر مقدس مسکراہٹ۔ ہمیں ہر حال میں خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا ہے۔ ہر آنے والا جاتا ہے۔ ہاں کوئی پہلے کوئی پیچھے۔ دُنیا جب سے پیدا ہوئی ہے۔ قضا و قدر کا یہ لامتناہی سلسلہ جاری ہے۔ اور جاری رہے گا۔ مگر کیا ہی خوش نصیب ہے وہ انسان جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور اس کے دین کی خدمت کرتے ہوئے عمر گذار دے۔

نسیمہ بیگم بنت حافظ غلام محمد صاحب

Digitized By Khilafat Library Rabwah

خبریں

★ فیصل آباد میں دو روز کے ہنگاموں اور لوٹ مار کے بعد اتوار اور پیر کی درمیانی شب شہر کے پانچ تھانوں اور ایک پولیس چوکی کی حدود میں کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ جس کے بعد شہر میں حالات پرسکون رہے۔ کسی مزید امکانی خرابی پر قابو پانے کے لئے شہری انتظامیہ کی مدد کے لئے فوج طلب کر لی گئی ہے۔ تاہم ابھی تک انتظامیہ نے فوج کو استعمال نہیں کیا۔

★ سلمان رشدی کی کتاب کے خلاف مہم کے دوران پولیس فائرنگ کے نتیجہ میں ہلاک ہونے والے واقعے کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے راولپنڈی اور اسلام آباد کے کاروباری مراکز پیر کے روز بند رہے۔ لاہور میں بھی اس کتاب کے خلاف مظاہرہ ہوا۔ مظاہرین نے سلمان رشدی کا پتلا نذر آتش کیا اور اسی دوران بھنگڑا ڈال کر رقص کیا۔

★ اسلام آباد میں فائرنگ کے خلاف حیدرآباد جھنگ اور دیگر شہروں میں بھی جلوس نکالے جاتے رہے۔

★ سینیٹر طارق چوہدری نے سینٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایکدوسرے کو مارنے کی بجائے سلمان رشدی کو قتل کرنے کے لئے کمانڈوز کو باہر بھیجا جائے۔

★ روس نے افغانستان کا آخری مورچہ بھی افغان حکومت کے سپرد کر دیا ہے۔ چند سو روسی سپاہی جو کابل کے ہوائی اڈہ کی حفاظت پر متعین تھے وہ بھی ۱۴ فروری کو واپس چلے گئے۔ یاد رہے کہ ۱۵ رفروری روسی فوجوں کی افغانستان سے واپسی کی آخری تاریخ ہے۔

★ روس کی فوجوں کے افغانستان سے انخلاء کے بعد افغانستان میں امریکی دلچسپی کم ہو رہی ہے۔ نیویارک ٹائمز نے بتایا کہ اگلے بجٹ میں افغانستان کے لئے بہت کم رقم رکھی گئی ہے۔

★ پاکستان پیپلز پارٹی کی چیئرپرسن بیگم نصرت بھٹو نے کہا ہے کہ اسلامی جمہوری اتحاد ملک میں دوبارہ مارشل لاء لگوانا چاہتا ہے۔

★ پیپلز پارٹی پنجاب کے رکن صوبائی اسمبلی منظور موہل نے پنجاب اسمبلی میں پیپلز پارٹی پارلیمانی پارٹی کے سیکرٹری اور ضلع بہاولنگر کی صدارت سے استعفیٰ دے کر اور ۲۰ دیگر ارکان کے ساتھ مل کر پیپلز پارٹی کا فارورڈ بلاک بنانے کا اعلان کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ ان کا گروپ پنجاب اسمبلی میں پیپلز پارٹی کا نہیں بلکہ حق کا ساتھ دے گا۔

★ ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق آسٹریلیا میں کھیلوں میں تشدد کی اس لئے حوصلہ افزائی کی جاتی ہے تاکہ کھلاڑیوں میں زیادہ سے زیادہ ولولہ پیدا کیا جائے۔

★ تہران میں ہونے والے انٹرنیشنل ایتھلیٹک مقابلوں میں پاکستان کی ٹیم نے پہلی پوزیشن حاصل کی ہے۔ اس میں دس ملک شامل تھے۔

• پاکستان کی مسلح افواج نے دو اہم ہتھیار خود تیار کر کے ایک نئی کامیابی حاصل کی ہے۔ یہ زمین سے فضا میں مار کرنے والا میزائل اور لیزر رینج کا پتہ لگانے والے آلات ہیں۔ یہ دونوں نظام راولپنڈی کی تحقیقاتی فوجی لیبارٹری نے تیار کئے ہیں۔ زمین سے فضا میں مار کرنے والا میزائل جو کندھے پر رکھ کر چلایا جاتا ہے ۵۰ میٹر سے ۵ ہزار میٹر تک مار کر سکتا ہے اس کے ۷۰ فیصد حصے ملک میں تیار ہوئے اور ایک سال میں اس کے تمام پرزے ملک میں تیار ہونے لگیں گے۔ اسے "انزہ" کا نام دیا گیا ہے جس کا مطلب وہ نیزہ ہے جو صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی غزوات میں استعمال کیا ہے لیزر رینج کا پتہ چلانے والے نظام کے ۷۰ فیصد پرزے پاکستان میں تیار کئے گئے ہیں یہ ۱۵۰ سے ۵ ہزار میٹر تک کام کر سکتا ہے۔

• ۱۴ فروری کی صبح بھارت کے وزیراعظم راجیو گاندھی نے وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کو ٹیلی فون کر کے ان کو چین کے دورے کی کامیابی پر مبارکباد دی اور بھارت کے دورے کی دعوت کا اعادہ کیا۔

• سینیٹ میں بہاریوں کی پاکستان منتقلی کے خلاف تحریکوں پر بحث شروع ہو گئی ہے۔

• ویلنگٹن میں پاکستان اور نیوزی لینڈ کے درمیان دوسرا ٹیسٹ ہار جیت کے فیصلے کے بغیر ختم ہو گیا۔ آخری روز سکور رہا۔ پاکستان ۴۳۸ رنز آٹھ کھلاڑیوں پر کھیل ختم کرنے کا اعلان نیوزی لینڈ ۱۸۶ رنز آٹھ کھلاڑی آؤٹ

کیا آپ نے لاہور میں تعلیم حاصل کی ہے؟

وہ تمام احباب جماعت جو حصول تعلیم کی غرض سے لاہور میں رہے ہوں یا احمدیہ ہوسٹل یا دارالحمد میں مقیم رہے ہوں۔ احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن یا ینگ مینز یا یوتھ آرگنائزیشن سے منسلک رہے ہوں وہ اپنا نام۔ اس زمانہ کی فوٹو۔ ولدیت۔ خاندان تعلیم۔ موجودہ مکمل پتہ معہ فون نمبر خاکسار کو ۱۰ رمارچ ۱۹۸۹ء تک بھجوا دیں۔ احمدی طلباء کی تنظیم کی تاریخ مرتب کرنے کے لئے ان معلومات کی فوری ضرورت ہے

(مبارک محمود پانی پتی
سیکرٹری سووینئر کمیٹی جماعت احمدیہ لاہور
دارالذکر ۔ ۱۱۵ ۔ اے علامہ اقبال روڈ لاہور)

کیا آپ حضرت امام جماعت احمدیہ کی تحریکات سے اپنے بیوی بچوں کو آگاہ رکھتے ہیں۔ اور خود ان پر عمل کرتے ہوئے انہیں بھی ان تحریکات پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

اسیرانِ راہ مولیٰ کے بارے میں حضور کا اہم ارشاد

اسیرانِ راہ مولیٰ کے بارے میں فرمایا:

"آپ اپنے کام کو منظم کریں اور ساری دنیا میں انکی مظلومیت کا احساس بیدار کرنے کیلئے مستعد ہو جائیں۔"

پھر فرمایا:

"خاص طور پر ان دعاؤں پر زور دیں کہ اگلی صدی کا دن نہ چڑھے کہ یہ لوگ ابھی قید کی حالت میں ہوں اور اس سے پہلے یہ لوگ آزاد ہوں اور ہمارے ساتھ نئی صدی کے جشن میں ہر طرح سے شامل ہوں۔"

(الفضل ۲۴ جنوری ۱۹۸۹ء)

وقفِ نو میں شامل بچوں کی تصاویر

ادارہ الفضل کا ارادہ ہے کہ وقفِ نو کی مبارک اور بابرکت تحریک پر جن احباب و خواتین نے لبیک کہتے ہوئے اپنے بچوں کو وقف کیا ہے۔ ان واقفِ زندگی بچوں کی تصاویر الفضل میں شائع کی جائیں۔ جملہ والدین سے درخواست ہے کہ وقفِ نو میں شامل اپنے بچوں کی پاسپورٹ سائز بلیک اینڈ وائٹ تصاویر ارسال فرمائیں۔ ہر تصویر کے پیچھے بچے کا نام ولدیت۔ مقام۔ تاریخ پیدائش ضرور لکھیں۔

(ادارہ)

ماہ بماہ چندہ ادا کرنے سے ایک ماہ میں دو ماہ کا بار نہیں پڑتا —— (ناظر مال) ——

CURATIVE COURSES کیوریٹو کورسز

PILES COURSE	قیمت ۴۰/-	بواسیر کورس
ASTHMA COURSE	" ۹۰/-	دمہ کورس
BABY GROWTH COURSE	" ۲۵/-	بے بی گروتھ کورس
BED URINE COURSE	" ۳۰/-	بول بستری کورس
DWARFISHNESS COURSE	" ۱۰/-	چھوٹا قد کورس
OBESTY COURSE	" ۶۰/-	موٹاپا کورس
T.B COURSE	" ۵۰/-	ٹی۔بی کورس

لٹریچر کے ۳/- کے ڈاک ٹکٹ بھجوا کر طلب کریں

کیوریٹو میڈیسن کمپنی رجسٹرڈ ربوہ

فون نمبرز:- سیلز: ۷۷۱ کلینک: ۶۰۶ رہائش ڈاکٹرز: ۶۰۷